اکائی:1 ادبی تنقید: تعریف اور اہمیت

اکائی کے اجزا

1.1 مقصد

1.2 تمہید

1.3 ادب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

1.4.1 شعر و ادب سے متعلق اسلام کا موقف

1.4 عصر اموی اور لفظ 'ادب' کا استعمال

1.5 تنقید کیا ہے؟

1.6 تنقید کے لغوی معنی

1.7 تنقید کے اصطلاحی معنی

1.8 ادبی تنقید اور ادبی ذوق کا باہمی ربط

1.9 ادبی ناقد کی اہمیت اور ذمے داریاں

1.10 معلومات کی جانچ -١

1.11 تنقید اور تخلیق

1.12 تنقید اور یونان

1.13 معلومات کی جانچ -٢

1.14 فرہنگ

1.15 نمونے کے امتحانی سوالات

1.16 مطالعے کے لیے معاون کتابیں

1.1 مقصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد طلبہ:

☆ ادب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف جان سکیں گے

☆ مختلف ادوار میں ادب کے معنی اور مفہوم کے تغیر سمجھ سکیں گے

☆ تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معنی سے واقف ہو سکیں گے

☆ ادب اور تنقید کا باہمی ربط سمجھ سکیں گے

☆ ادبی ذوق اور تنقید کے تعلق کو جان سکیں گے

☆ ناقد کے مرتبے، مقام اور اہمیت سے واقف ہو سکیں گے

☆ تنقید کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے

1.2 تمہید

انسان کو بقیہ جانداروں سے جو شے ممتاز اور منفرد کرتی ہے وہ اس کا شعور اور ادراک ہے۔ ہر انسان کو شعور اور ادراک کا کچھ نا کچھ حصہ ضرور ملتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگوں کا حصہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔ یہ فطری شعور اسے اچھے، برے، صحیح، غلط، حسین اور قبیح کی تمیز عطا کرتا ہے۔ گویا کہ تنقیدی شعور انسان کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح زندہ رہنے کے لیے سانس۔ اچھے برے میں فرق اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کی صلاحیت بچے سے لے کر بوڑھے تک ہر انسان میں کم ہو یا زیادہ مگر ہوتی ضرور ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آیا تھا تو یہ حالت تھی کہ وہ اپنے پیٹ بھرنے کو بھی محتاج اور پریشان رہتا تھا۔ موسم کی سختی اور وحشی جانوروں سے محفوظ رہنے کو جائے پناہ نہیں تھی اور آج یہ عالم ہے کہ آرام و آسائش کے تمام وسیلے اس کے دست نگر ہیں۔ اپنے شعور اور قوت فیصلہ کی بنا پر اس نے زرخیز وادیوں کو اپنی رہائش کے لیے چنا اور بنجر زمینوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ انسانی زندگی کا کارواں اسی تنقیدی شعور کے سہارے آگے بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا اور یہ سفر مسلسل جاری ہے۔

زندگی کے ہر شعبے کی طرح ادب کے لیے بھی تنقید اور تنقیدی شعور ناگریز ہے۔ ادب سے سروکار رکھنے والی تنقید کو ادبی تنقید کہا جاتا ہے۔ یہاں ہم اسی تنقید پر گفتگو کریں گے۔

ادب میں تنقید دو صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ ایک تنقید تو وہ ہے جو فن پارے کی تخلیق کرتے وقت فن کار کی مدد کرتی ہے۔ گویا تخلیقی عمل کے ساتھ ساتھ تنقیدی عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شاعر کوئی نظم لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا ہے تو نظم اس کے ذہن میں موجود ہوتی ہے۔ یہ کام تنقیدی شعور کے بغیر ممکن نہیں۔ فن پارے کے وجود میں آنے کے بعد بھی تخلیق کار اس کو سنوارنے اور صیقل کرنے کا عمل جاری رکھتا ہے تاکہ قارئین، ناظرین و سامعین کے سامنے وہ بہترین شکل میں پیش کیا جا سکے۔ عربی شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک سال تک اپنے قصائد کو جانچتے

اور پر کھتے تھے۔اسی طرح یونانی شاعر ورجل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ دن دن بھر اپنے اشعار پر غور کرتے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ جس طرح ریچھنی اپنے بدصورت بچوں کو چاٹ چاٹ کر خوب صورت اور چمک دار بنا لیتی ہے اسی طرح شاعر اپنے اشعار پر محنت کر کے انہیں نکھارتا ہے۔

1.3 ادب کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف:

لفظ ''ادب'' کا مادہ کیا ہے؟ طہٰ حسین اور بعض دوسرے محققین کی رائے ہے کہ لفظ ''ادب'' کا مادہ ''ادب'' نہیں بلکہ ''داب'' ہے۔وہ مستشرق نلینو کا قول نقل کرتے ہیں کہ داب کے معنی عادت اور اطوار کے ہیں،اس کی جمع ''آداب'' ہے اس جمع کو پلٹ کر اس کا مفرد بھی ''ادب'' مان لیا گیا۔جس طرح بئر اور رئم کی جمع آبار اور آرام ہے۔اگر اس کا مادہ دأب تسلیم کر لیا جائے تو اس معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے۔

وقال الذی آمن یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب ،مثل دأب قوم نوح وعاد وثمودو الذین من بعدھم وما اللہ یرید ظلما للعباد

(**سورہ غافر : ۳۱،۳۰**)

ادب کی تعریف کے سلسلے میں جاحظ کا ایک قول بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''بنیادی طور پر ادب کا تعلق چار علوم وفنون سے ہے اور دیگر علوم جو ادب میں شامل ہیں ان ہی چار اقسام کے ہیں (۱) علم نجوم (۲) ہندسہ (انجینیئر ینگ) (۳) کیمیا وطب (۴) لحون اور اس کے مختلف پہلو، مخارج اور اوزان یہ تمام ہی ادب میں شامل ہیں''۔

جاحظ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ادب کی اصطلاح ان تمام علوم پر محیط تھی جن کے مباحث کو علم کا درجہ دیا جاسکتا تھا۔ کسی خاص صنف یا علم کی کوئی ضد نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ ادب میں وہ تمام شعری ونثری تحریریں شامل کی گئیں جن مین علم وحکمت، حسن اخلاق اور حسن سیرت کی باتیں اور زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق معلومات پیش کی جاتی تھیں جن کا اسلوب شگفتہ ہوتا تھا اور جو رعنائی اور جمال سے آراستہ ہوتی تھیں۔

میتھو آرنلڈ نے ''ادب اور زندگی'' کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ادب کو زندگی کی تنقید بتایا۔ یہ تعریف اگرچہ مبہم ہے مگر یہ اس نظریے کی ترجمان ضرور ہے جو ''ادب برائے زندگی'' کا حامل ہے۔ ورنہ ''ادب برائے ادب'' کے حاملین ایسی شاعری یا فن پارے کے مخالف ہیں جو کسی خاص مقصد کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہو۔ حسن خود مقصود بالذات ہے اور نیکی اور بدی کی حدود سے ماوراہے۔ شعر وادب کا نام ہمارے اندر حسن اور مسرت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ ادب ذریعۂ تبلیغ وتحریک ہے، لیکن تبلیغ اور تحریک کا ہر ذریعہ ادب نہیں ہوتا۔ مثلاً اخبار، نشر واشاعت اور تبلیغ وتحریک کا ذریعہ ہوتے ہیں، مگر اخباروں کو ادب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

ادب کی تعریف کے سلسلے میں ناقدین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مختصراً ادب کی کوئی تعریف کرنا آسان کام نہیں ہے۔ عربی ادب کی تاریخ میں اس لفظ کی تلاش کی جائے تو سب سے پہلے عصر جاہلی کے نصوص کو دیکھا جاتا ہے۔ عصر جاہلی کے نصوص میں ہمیں لفظ ''ادب'' کا استعمال نہیں ملتا، اس بنا پر عصر جاہلی میں لفظ 'ادب' کے وجود سے سرے سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ یہ حقیقت مسلم شدہ ہے کہ عصر جاہلی کے ادبی آثار کا ایک بڑا حصہ حوادث زمانہ کی نذر ہو گیا اور ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ اس سلسلے میں اگر نظریۂ ''انتحال'' کو بھی مدنظر رکھیں تو یہ رائے اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی ہمیں 'ادب' کے لفظ کا استعمال نہیں ملتا۔ حدیث نبوی میں ''ادبنی ابی فأحسن تادیبی'' کا لفظ ملتا ہے۔ مگر اس حدیث کی صحت کے سلسلے میں علما کو کلام ہے۔ لفظ ادب کے قدیم نصوص میں وجود کی کوئی قاطع نص یا دلیل نہیں ملتی، اس لفظ کے عربی الاصل ہونے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل دو باتیں دلیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔

(ا) ''بدا''، ''ابد''، ''داب'' جیسے الفاظ کا پایا جانا جن کا مادہ 'ادب' سے مشترک ہے۔

(۲) دوسری سامی زبانوں میں لفظ کا نا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لفظ عربی الاصل ہے اور کسی دوسری زبان کے توسط سے عربی میں داخل نہیں ہوا ہے۔

(۲) بعض محققین کا خیال ہے کہ لفظ 'ادب' عربی زبان کے ساتھ ساتھ تمام سامی زبانوں میں ''سومریوں'' کی زبان سے ماخوذ ہے جو عراق کے جنوب میں قدیم زمانے سے رہائش پذیر تھے۔ سامی اقوام نے ان ہی سے یہ لفظ لیا۔ ان کے یہاں اس کے معنی ''انسان'' کے تھے۔ 'ادب' سے تبدیل ہو کر یہ لفظ 'ادم' اور پھر 'آدم' بن گیا اور اس کے بعد سے انسانیت اور آدمیت کے معنی میں 'آدم' کا استعمال ہونے لگا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے منسوب نصوص میں لفظ 'ادب' کا استعمال مختلف معانی میں کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، مگر ہم آپ کو عرب کے وفود سے ایسی زبان میں بات کرتے دیکھتے ہیں جس کا اکثر حصہ ہم نہیں سمجھ پاتے، رسول اللہ نے فرمایا ''ادبنی ربی فأحسن تأديبي وربيت في بني سعد'' یہاں ادب کا مادہ تعلیم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے آپؐ نے فرمایا: ''ان هذا القرآن مأدبة الله في الارض فتعلموا من مادبته''۔ مأدبة ''الادب'' کے مادے سے ظرف زمان ہے۔ یعنی وہ جگہ یا مقام جہاں ادب سکھایا جائے۔ قرآن چوں کہ اخلاق حسنہ اور تہذیب نفس کی دعوت دیتا ہے اس لیے اس کو نسبتا مأدبۃ (دسترخوان) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ لفظ 'ادب' کے عصر جاہلی اور عصر صدر اسلام کی نصوص میں قلت وجود کے باوجود اس کے وجود سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ لفظ اپنے معانی اور مختلف شکلوں میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔

ادب اور سماج کے تعلق سے یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ ادب سماج کی رپوٹنگ نہیں۔ یہ کام یا تو صحافت کا ہے یا تاریخ کا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ادب کا مطالعہ ہرگز اس خیال سے نہ کرنا چاہیے کہ اس سے ہمیں معلومات

حاصل ہوں گی یا ہمارے علم میں کسی قسم کا اضافہ ہوگا۔ ادب کا مقصد نہ تو رپوٹنگ ہے اور نہ اطلاع رسانی، اور نہ ہی کسی ادیب پر یہ ذمے داری یا پابندی عائد ہوتی ہے کہ سماج میں اچھا یا برا جو کچھ بھی واقع ہو رہا ہے اس کی وہ رپوٹنگ کرے یا علم کا خزانہ ہمارے سامنے پیش کرے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ادب (یا ادبی متن) میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اسے ادب یا متن سے باہر verify نہیں کیا جا سکتا، یعنی اس بات کی تصدیق نہیں کی جا سکتی کہ ادبی متن میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سچ نہیں ہے، کیوں کہ متن اور حقیقی دنیا (text and reality) میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ صحافت اور تاریخ حقیقی دنیا یا reality سے جتنے زیادہ قریب ہوتے ہیں، ادب اس سے اتنا ہی دور ہوتا ہے، کیوں کہ ادب فسانہ ہے، حقیقت نہیں (literature is fiction, not fact)۔ اسی لیے ادب میں ترسیلی وزن (communicative load) بہت کم ہوتا ہے۔

جب ادب اور سماج کے درمیان رشتے کی نوعیت کا پتا چل گیا تو یہ جاننا زیادہ مشکل نہیں کہ تنقید کا منصب کیا ہے؟ تنقید کا منصب و مقصد ادب میں سماج کو ٹٹولنا نہیں، بلکہ اس جمالیاتی حظ اور سرخوشی (Aesthetic Eleasure) کو بیان کرنا ہے جو کسی ادبی فن پارے کو پڑھنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ کسی ادبی فن پارے یا کسی نظم کا پڑھنے کے بعد قاری ایک نوع کے جمالیاتی تجربے (Aesthetic Experience) سے گزرتا ہے۔ اس تجربے کا بیان ہی 'تنقید' ہے۔ یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ ادب جمالیات کی ایک شاخ ہے۔ بعض ثقہ نقاد یہ کہہ سکتے ہیں کہ تنقید کا مقصد کسی ادبی فن پارے کو اچھا یا برا بتانا یا اس کی خوبی و خامی کا پتا لگانا ہے۔ لیکن یہ سائنٹفک یا معروضی نظریہ تنقید نہیں، کیوں کہ ایک ناقد جس فن پارے کو اچھا بتاتا ہے، دوسرا ناقد اسی فن پارے کو برا ثابت کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں قاری شش و پنج میں پڑ جاتا ہے اور اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وہ کسی ناقد کی بات مانے۔

اموی دور کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ اس دور میں لفظ 'ادب' کا استعمال زیادہ ہونے لگا۔ اس لفظ کو مختلف معانی، مشتقات اور دلالتوں کے ساتھ بکثرت استعمال کیا جانے لگا۔ خاص طور پر تعلیم و تربیت کے وسیلے اور صلاحیت کے طور پر اس کا استعمال کیا گیا۔ خلفا اور امراء کے بچوں کی تعلیم اور تربیت کرنے والے اساتذہ کو 'مؤدبین' کہا جانے لگا۔

ان مؤدبین میں اہم نام ابو معبد الجہنی اور عامر الشعبی کا ہے۔ یہ دونوں عبد الملک بن مروان کے بیٹوں کو تعلیم دیتے تھے۔ صالح بن کیسان، عمر بن عبد العزیز کے بیٹوں اور الجعد بن درھم آخری اموی خلفاء مروان محمد کے بیٹوں کے استاد یعنی ''مؤدب'' تھے۔ حماسہ کے ایک شاعر کا یہ شعر بھی لفظ ادب کے استعمال اور وجود پر دال ہے۔

اکنیه حین أ نادیه لأکرمه

ولا أ لقبه ،والسؤ ةاللقب

کذاک أدبت حتی صار من خلقی

انی وجدت ملاک الشیمةالأدب

اموی خلفاء اور امرا کے بچوں کے یہ اساتذہ یعنی ''مؤدبین''، علم الانساب، علم الأیام، أخبار الأیام اور امثال اور حکم کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سے ان کی علمی سطح وسیع ہوتی تھی۔ قرن اول کے اواسط سے ''ادب'' کا لفظ دو اہم معانی پر دلالت کرنے لگا۔

(۱) لفظ ''ادب'' اخلاق و کردار کی تہذیب اور تربیت، فضائل اخلاق مثلاً بردباری، سخاوت، شجاعت، سچائی وغیرہ کے لیے استعمال ہونے لگا۔ اسی معنی سے استفادہ کرتے ہوئے عبداللہ بن المقفع نے اپنی کتابوں کا نام '' الادب الصغیر'' اور ''الادب الکبیر'' رکھا۔

(۲) ادب کے دوسرے معنی تعلیم سے متعلق تھے اس معنی میں ''ادب'' سے مراد شعر و نثر اور ان سے متعلق اخبار اور انساب کی تعلیم تھی۔ اس قسم کی معلومات عقل، ذوق اور نفس کو وسیع اور مثقف بناتی ہے۔ اسی دور سے ادیب یا مؤدب اور شاعر و کاتب میں خط امتیاز قائم ہوا۔ یعنی ادب کا ماہر اور معلم ادیب ہوا کرتا تھا اور شاعری کرنے والا شاعر، نثر نگار کاتب۔ بسا اوقات کسی ایک ہی شخص میں یہ تینوں اوصاف بھی جمع ہو جاتے تھے۔ اس دور تک ادب تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ مذکورہ بالا معانی میں استعمال ہوتا رہا۔

دوسری صدی ہجری کے نصف میں علوم عربیہ مثلاً علم لغت، علم نحو، علم صرف پروان چڑھنے لگے، یہ تمام علوم اپنے

اصطلاحی معنی کو برقرار رکھتے ہوئے ادب کا حصہ بننے لگے۔ اب یہ لفظ منظوم اور منثور کلام پر دلالت کرنے لگا۔ چاہے وہ علم الانساب اور علم الاخبار پر مشتمل ہو یا علم صرف، علم لغت اور علم نقد پر۔ مگر عصر عباسی علوم اور فنون کے میدان میں ایک انقلابی دور تھا۔ لہٰذا تیسری صدی کے اواخر تک لفظ ادب مندرجہ ذیل معانی پر دلالت کرنے لیے استعمال ہونے لگا۔

(۱) شاعری، نثر اور ان دونوں سے متعلق اخبار العرب، انساب العرب، ایام العرب اور تنقیدی احکام پر مشتمل کاموں کے لیے۔ تیسری صدی ہجری میں تحریر کی گئیں بعض ادبی کتابیں ادب کے اسی معنی کی تفسیر ہیں مثلاً الجاحظ (م۲۵۵ھ) کی البیان والتبیین، ابن قتیبہ (م۲۷۶ھ) کی الشعر والشعراء، المبرد (م۲۸۵ھ) کی الکامل اور محمد بن سلام (م۳۱۰ھ) کی طبقات الشعراء وغیرہ۔ مذکورہ بالا تمام تصانیف نحوی اور لغوی مسائل، تنقیدی آرا اور قصوں پر مشتمل امثال اور حکم کا مجموعہ ہیں۔

(۲) ادب کے دوسرے معنی عام تھے۔ یعنی تمام انسانی علوم، علمی آثار، فنون جمیلہ وغیرہ۔ اس عام معنی میں ہر وہ چیز شامل تھی جو انسان کی ثقافت اور ذہنی افق کو وسیع کرتی ہو۔

چوتھی صدی ہجری تک لغوی علوم یا علوم لغت اور ادب دونوں الگ الگ علم تھے۔ تنقید یا توضیحی علوم ادب کا جزء تھے۔ کیوں کہ وہ ادب کی کیفیت اور ماہیت سے گفتگو کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں تنقید خوب پھلی پھولی اور پروان چڑھی یہاں تک کہ ایک مستقل فن کی شکل اختیار کر گئی۔ تنقیدی مباحث نے عبارت کے جمالیاتی اسلوب کے تجزیہ اور خوبیوں کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش میں بلاغت کو منضبط کرنے کا رجحان پیدا کیا اور بلاغت کا فن علم معانی، علم بیان اور علم بدیع کی صورت میں سامنے آیا۔ اس صدی میں ان موضوعات پر تحریر کردہ اہم کتابوں میں ابوھلال عسکری (م۲۵۹ ھ) کی کتاب ''الصناعتین'' قابل ذکر ہے۔ اسی صدی میں عملی تنقید کی ایک شکل شعرا کے مابین مباحثے اور مناقشے کی صورت میں سامنے آئی اس ضمن میں الآمدی (م۳۷۱ھ) کی الموازنة بین ابی تمام والبحتری اور القاضی الجرجانی (م۳۹۲ھ) کی ''الوساطة بین المتنبی و خصومه'' نمایاں کتابوں میں سے ہیں۔

1.4.1 شعروادب سے متعلق اسلام کا موقف

اسلام نے شعر کی تحسین بھی کی ہے اوراس پر گرفت بھی کی ہے۔شعر کے سلسلے میں اسلام کا خاص تنقیدی نقطۂ نظر ہے۔اسلام نے ہر چیز کے لیے ضابطۂ اخلاق متعین کیا ہے۔اس سے تجاوز کی صورت میں وہ ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہے۔ جاہلی شاعری پر گرفت کی وجہ سے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اسلام نے شعر کی ترقی وترویج پر پابندی عائد کی۔اسی وجہ سے عہد اسلام میں شعر کی کیفیت بدل گئی۔اسلام کے نزدیک ادب برائے ادب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ایسے فن کی اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی اہمیت نہیں ہے،جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود،حقائق کی ترجمانی،عدل وانصاف،اخوت ومحبت کا پیغام اورانسانیت کے لیے طمانیت وسکون کی کیفیت کا اظہار نہ ہو۔

مشہورقرآنی آیات واحادیث جن سے شعروادب کی ناپسندیدگی ثابت ہوتی ہے۔اللہ تعالی کا قول ہے:

۱. **وما علمناه الشعر وما ینبغی له(سورہ یٰسن،۶۹)(۱۰)**

۲. **الشعراء یتبعون الغاوون....الخ(سورۃ الشعراء:آیت)**

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لا ان یمتلی جوف احد کم قیحا حتی یرہ خیر له من ان یمتلی شعرا

سورہ شعراء کی آیت جس میں شعرا کی اتباع کوگمراہی قرار دیا گیا ہے اس میں وجوہ واسباب بھی بیان کردیے گیے ہیں کہ جن کی وجہ سے شعر،شاعراوراس کی اتباع گمراہ کن ہے،یہ ایک اصولی بات ہے کہ جس شاعر کی شاعری بھی اسلامی عقائد،احکام،افکار،نظریات،اصول،روح اورحقائق کے خلاف ہوگی شاعراورشاعری دونوں گمراہی کا باعث ہوں گے۔اگر شاعر کا کلام کے بنیادی افکار ونظریات سے متعارض نہیں ہے،تو اسلام اس شاعری کی مخالفت نہیں کرتا اورشعر وادب اورفن اسلام کی روح کے خلاف نہیں ہیں۔جب وہ اسلامی افکار واقدار کے دائرہ میں ہوں تو وہ مستحسن ہیں۔اس

آیت کے آگے، الا الذین آمنوا کی آیت کے ضمن میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے کی تصدیق ہوتی ہے۔

سورہ یٰسین کی آیت ۶۹ میں نبی کریم ﷺ کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ آپ کو علم شعر کی تعلیم نہیں دی گئی اور نہ یہ آپ کے شایان شان ہے قرآن کریم کی یہ آیت اہل عرب کے اس خیال کی تردید میں نازل ہوئی کہ قرآن کریم محض شاعری ہے۔اور چونکہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اس لیے آپ شاعر ہیں۔قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عربوں کی فصاحت و بلاغت ماند تھی۔ان کے سامنے فصیح و بلیغ کلام کا اعلیٰ تصور یہ تھا کہ وہ شاعری ہو قرآن کریم نے اس خیال باطل کی تردید کرتے ہوئے ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ کو علم شعر کی تعلیم اس لیے نہیں دی گئی کہ شاعری کا علم آپ کے شایان شان نہیں ہے بلکہ آپ کا کلام، قرآن کریم اور آپ کا مقصد حیات شاعری کی مقصدیت اس کے موضوعات و معانی سے بہت بلند و برتر ہے۔ نبی کریم ﷺ اللہ کے نبی ہیں اور نبوت انسان کے ہمہ جہت افکار و اعمال سے بلند تر چیز ہے اور نبی کے پاس زندگی کا مکمل نظام حیات ہوتا ہے محض شاعری سے دلچسپی ایک ادنیٰ فعل ہے۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حسان بن ثابتؓ اور دوسرے شعرا کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مدمقابل شعرا کو جواب دیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وما یمنع الذین نصر وا رسول الله بسلاحهم ان ینصروا بالسنتهم

حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ مشرکین شعرا کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور ان کے خلاف ہجویہ قصائد کہے اور اسی طرز شاعری نے النقائض کی صورت میں عہد اموی میں ایک صنف سخن کی شکل اختیار کرلی، طہ احمد ابراہیم رقم طراز ہیں:

کان شعراء قریش ومن والاهم یهجون النبی واصحابه وکان شعراء الانصار ینا قضون هذا الهجاء ولعل ذلک اول عهد حقیقی للنقائض فی الشعر العربی ولعل تلک الروح انهضت هذا الفن فی القول، فازدهر فی العصر الاموی ازدهارا تاما.

نبی کریم ﷺ نے ایسے اشعار کی ستائش کی جو نیک اغراض کے حصول کی ترغیب دلاتے تھے، اسی بنا پر آپ نے

کعب بن زہیر کے قصیدہ بانت سعاد کی تحسین فرمائی، نابغہ بن جعدہ، طرفہ اور دوسرے شعرا کے کلام جن کے اشعار اسلامی روح کے منافی نہیں تھے، ان کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا، آپ ﷺ کے نزدیک شعرا چھے یا برے ہونے کا میزان صداقت اوراعلی اقدار تھیں، یہ ہی شعر کی تنقیداوراس کے پیمانہ کے لیے سامنے ہوتے تھے، بدوی طبانہ، نبی کریم ﷺ کے ناقدانہ طرز فکر پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وکان ذلک المقیاس الجدید هو الدین ینظر الی الشعر علی ضوء هدیه، فما اتفقت فیه روح الشعر مع الدین فهو من الشعر فی الزروه وما خالفه فهو عن کلام الغواه الذی یکون شرا علی صاحبه وعلی المجتمع.

شعر سے متعلق آپ کے تبصرے مختصر لیکن جامع ومانع ہوتے تھے، اگر ان تمام تبصروں کا مطالعہ کیا جائے تو فن تنقید پر ایک مبسوط مطالعہ سامنے آسکتا ہے۔ شعر کے متعلق آپ ﷺ نے جو جوامع الکلم ارشاد فرمائے ہیں ان ہی میں سے ایک نہایت بلیغ رائے یہ ہے ''**ان من الشعر لحکمة**''

یہ جملہ مختصر ہے لیکن فن شعر پر بلیغ تبصرہ ہے، فنی طور پر شعر دو بنیادی عناصر کا حامل ہوتا ہے، معنی ولفظ یا معنی واسلوب، اس جملہ میں شعر کی داخلی علامت اور معنوی صفات کی جانب بلیغ اشارہ ہے، داخلی کیفیات کا تعلق انسانی زندگی سے ہے، اور انسانی زندگی کا کامیابی وکامرانی، مسرت وشادمانی کا تعلق عقلی وفکری نتائج سے ہے۔ عربوں کی قدیم شاعری کا داخلی عنصر بھی زندگی کے نقش سے آراستہ ہے، اور جمالیاتی عناصر سے منقش ہے، اس میں بدوی زندگی کی ایسی تصویر ہے، جس کو عرب سادہ اور فطری ہونے کی وجہ سے بہت محبوب رکھتے تھے، اس میں صرف امراؤالقیس کا قصیدہ ہی نہیں بلکہ زہیر بن ابی سلمی کا حکمت ودانائی سے بھرپور زندگی کی علامت سے معمور قصیدہ بھی شامل ہے۔ اس لیے شعر کا یہ خوبصورت فن اس قدر دل آویز، دلکش اور محبوب تھا کہ کسی حال میں اس فن کو ضائع کرنا یا ترک کرنا ان کو گوارا نہ تھا اسی لیے کہا گیا:

''لاتدع العرب الشعر حتی تدع الابل الجنین''

نبی کریم ﷺ نے فن پارہ یا ادبی شہ پارہ کی خارجی علامت کے متعلق ارشاد فرمایا: ''**ان من البیان لسحراً**''

اس جملے میں کسی بھی فن یا شعر کے لیے جو معیار مقرر کیا گیا ہے وہ تنقیدی اصول کا اعلی معیار ہے۔ کسی بھی فن کی عظمت اس کی قوت تاثیر میں ہے، اور سحر آفریں قوت تاثیر کے لیے ضروری ہے کہ صداقت احساس اور صداقت معنی کے ساتھ فن کے خارجی عناصر واسلوب زبان و بیان، اور الفاظ کا معانی کے ساتھ باہمی ربط ہو۔

1.5 تنقید کیا ہے؟

فن پارہ مکمل ہونے کے بعد لوگ اسے دیکھتے یا پڑھتے ہیں، یہ ان ناظرین یا قارئین کی اپنی تنقیدی نظر ہوتی ہے۔ اپنی استعداد کے مطابق یہ فن پارے سے محظوظ ہوتے ہیں۔ کسی کو پسند اور کسی کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ تنقید کی دوسری صورت ہے۔ فن پارے کو جانچنے اور پرکھنے کا یہ عمل تنقید کہلاتا ہے۔ تنقید یہ جاننے کی کوشش کرتی ہے کہ وہ کیا اسباب تھے جنہوں نے فن کار کو اس تخلیق کو بروئے کار لانے پر اکسایا۔ تنقید ہی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اس تخلیق کا ادب اور فن کی دنیا میں کیا مقام اور مرتبہ ہے۔ اعلیٰ درجے کی تنقید اچھے اور برے کا فیصلہ دوٹوک نہیں کرتی بلکہ فیصلہ کرنے میں قاری، سامع اور ناظر کی مدد کرتی ہے۔ ناقد یا تنقید نگار کا کام بہت پیچیدہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس اس کا مطالعہ وسیع اور نظر گہری ہو۔ تنقیدی عمل میں اسے بہت سے علوم سے مدد لینی پڑتی ہے۔ عام قاری کے برعکس تنقید نگار ایک باشعور قاری ہوتا ہے۔

تنقید سے متعلق ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ تنقید صرف خامیوں کو ڈھونڈنے اور ان کی طرف اشارہ کرنے کا نام ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ تنقید اچھے اور برے دونوں پہلوؤں کی طرف رہنمائی کرنے اور فن پارے کے قدر و قیمت کے تعین کرنے کا نام ہے۔

1.6 تنقید کے لغوی معنی

لسان العرب اور القاموس المحیط میں'' ن ،ق ، د'' کے کئی معنی بیان ہوئے ہیں۔

(ا) نقد ، تنقاد ،انتقاد کے معنی سکے کو پرکھنے اور کھرے کھوٹے کا فرق معلوم کرنے کے ہیں۔

(۲) انگلی سے اخروٹ میں سوراخ کرنا تا کہ معلوم ہو سکے کہ اخروٹ عمدہ ہے کہ نہیں۔

(۳) عیب جوئی کرنا

☆ حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ایک حدیث میں نقد کا لفظ عیب جوئی کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔''ان نقدت الناس نقدوك وان تركتهم تركوك ''اگر تم لوگوں کے عیب نکالو گے تو وہ بھی تمہارے عیب نکالیں گے اگر تم ان کو چھوڑ دو گے تو وہ بھی تمہیں چھوڑ دیں گے۔

☆ النقد والتنقاد والانتقاد کے معنی القاموس المحیط اور لسان العرب میں دراہم کو پرکھنا اور کھرے کھوٹے کا فرق معلوم کرنا ہے سیبویہ کا شعر ہے۔

تنفی یداها الحصی فی کل هاجرة

نفی الدراهم تنقاد الصياريف

''اس کے ہاتھ نفائس میں سے کنکریوں کو نکال پھینکتے ہیں، جیسے کہ صراف دیناروں کو پرکھ کر الگ الگ کر دیتا ہے''۔

لسان العرب میں مزید لکھا ہے:

نقدت الدراهم وانتقدتها اذا اخرجت منها الزيف ''میں نے درہموں کو پرکھ کر ان میں سے کھوٹے سکے نکال دیے''۔

یہاں ''انتقاد'' باب'' افتعال'' سے آیا ہے، جو نقد کے ہم معنی ہے۔عربی اور اردو دونوں زبانوں میں یہ

لفظ ''نقد'' کے لیے مستعمل ہے۔

صاحب لسان العرب نے اس کلمے کے ایک اور معنی کا ذکر کیا ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے اہم ہے۔

''نقد الشئی ینقد ،اذا تقرہ ،با صبعه کما تنقد الجوزة'' انگلی سے کسی چیز کا دبا کر توڑنا جیسے بادام یا اخروٹ کو انگلی سے توڑ کر یا دبا کر دیکھا جاتا ہے کہ اس میں مغز ہے یا نہیں۔

اقرب الموارد نے نقد کے مفہوم میں کلام کے حسن و قبح کے بیان کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

تقد الدراهم میزها ونظرها لیصرف جیدها من ردها

درہموں کے کھرے اور کھوٹے کو پرکھنا تاکہ اچھے اور برے کا امتیاز ہو سکے۔

1.7 تنقید کے اصطلاحی معنی

تنقید کی اصطلاحی تعریف میں کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں ملتا۔ مختلف لوگوں نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ کسی نے تنقید کو ادبی فن پاروں کے جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ بتایا ہے تو کسی نے کہا کہ تنقید تخلیقی ادب پیش کرنے والوں پر لعن طعن کرتی ہے اور اس فن کا مصرف بھی اسی حد تک ہے کہ یہ تخلیق کاروں کو برا بھلا کہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ تنقید تخلیق کے محاسن گنواتی ہے اور تخلیق کے اندر چھپی ہوئی خوبیوں کو اجاگر کرتی ہے، تاکہ قاری پر ان کے اثرات دیر تک باقی رہ سکیں۔ ایک خیال یہ ہے کہ تنقید فن پارے کی تشریح و توضیح کا نام ہے، یعنی عام فہم اور آسان اسلوب میں فن پارے کے مفہوم کو واضح کرنے کا نام تنقید ہے۔

غرض یہ کہ تنقید ادب کا ایک لازمی شعبہ ہے جو ادب کی تخلیق کے ساتھ ہی وجود میں آتا ہے۔ تنقید کے لغوی اور اصطلاحی معانی میں مناسبت ہے، کسی بھی فن پارے کی قدر و قیمت اور فنی معیار کو معلوم کرنے کے لیے اس کے حسن اور قبح ،معائب اور محاسن اور فنی امتیازات یا نقائص کا جائزہ لینا ضروری ہوگا۔

تنقید کے اس عمل میں ہر ناقد اپنے ادراک، احساس، عقل وشعور اور قدرت تمیز کی بنا پر فن پارے کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے۔ ایک ہی فن پارے کے متعلق دو ناقدین کی آراء مختلف ہوسکتی ہیں، کیونکہ ان کا نقطۂ نظر اور ادراک اور شعور کا معیار مختلف ہوتا ہے۔ ذوق نظر کے اختلاف، طبائع اور تجربے کا تفاوت ایک ہی چیز کی تعین قدر میں بھی تفاوت کا سبب بنتا ہے۔

1.8 ادبی تنقید اور ادبی ذوق کا باہمی ربط

ادبی ذوق کی اصطلاح ناقدین کے یہاں کثرت سے استعمال ہوتی ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ادبی احکام اور آرا کے صدور میں اسی ذوق کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ القاموس المحیط میں ذاق، ذوقا، ذوقانا، مذاقۃ ای اختبر طعمه، یعنی ذائقة چکھنا، المنجد میں ہے "الذوق ملکۃ تدرك بها الطعوم، یعنی ذوق ایک صلاحیت ہے جو ذائقوں کو پرکھنے کے کام آتی ہے۔ اصطلاح نقد میں ذوق اس ادبی میلان اور فطری ادبی صلاحیت کا نام ہے جو تخلیق کے عمل میں معاون ہوتی ہے۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں ذوق کو زبان کی بلاغت پر قدرت اور حصول کا نام بتایا ہے۔ اپنے حسی معنی میں ذوق اشیا کے ذائقے کو پرکھنا، میٹھی، نمکین، کڑوی اور کھٹی اشیا کو چکھ کر پہچاننا ہے۔ ادب کی اصطلاح میں ذوق الفاظ اور جملوں کے حسن، ان کا باہمی ربط و انسجام، موسیقی اور نغمگی وغیرہ کی پہچان ہے۔

ذوق دراصل ایک فطری ملکہ ہے۔ انسان پیدائشی طور پر 'ذوق' کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا ماحول اور گرد و پیش کے عوامل یا تو اس ذوق کو نکھار دیتے ہیں یا مسخ کر دیتے ہیں۔ کثرت مطالعہ، ادبی ماحول، تعلیم اور تثقیف ادبی ذوق کو صیقل کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔

ناقدین نے ذوق کی مختلف اقسام بیان کی ہیں۔ جن میں سے اہم ترین ذوق سلیم، ذوق غیر سلیم، ذوق عام اور ذوق خاص وغیرہ ہیں۔ خلاصۂ کلام کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اچھا اور ستھرا ذوق ہی ناقدین کا اولین سہارا اور وسیلہ

ہے۔تشریح وتعبیر میں اسی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ابن سلام کا شمار عربی ادب کے اولین ناقدین میں ہوتا ہے۔ان کی کتاب ''طبقات الشعراء''عربی تنقید میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔''طبقات الشعراء'' کے مقدمے میں ابن سلام نے لکھا ہے:

''شاعری فن اور تہذیب ہے،اہل علم اسے علم کی دوسری اصناف کی طرح ہی جانتے اور پہچانتے ہیں''۔

تنقید کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نکتہ چینی کا دوسرا نام ہے، یا یہ کہ وہ صرف فن پاروں کی برائیاں گنواتی ہے صحیح نہیں ہے ،تنقید کا اولین اصول یہ ہے کہ وہ ذاتی بغض وعناد سے پاک ہو۔

ناقد کے لیے ضروری ہے کہ وہ تخلیق کو بہ غور دیکھے اور اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر یہ معلوم کرے کہ وہ کیا ہے اور کیسی ہے؟اس میں سموئے ہوئے مواد اور فنی حسن کا پتہ لگائے۔اس کے لیے یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس میں کون سی چیز ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور کون سی چیز عارضی ہے۔اور وہ کون سے اخلاقی اصول تھے جن سے فنکار شعوری طور پر واقف تھا۔ان تمام اغراض کے حصول میں ذوق ہی کی مدد لی جاتی ہے۔

1.9 ادبی ناقد کی اہمیت اور ذمے داریاں

ناقد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ادبی تنقید کا ذوق رکھتا ہو۔اس کا ادبی ذوق اور علمی معیار بلند ہو۔شعروادب سے خوب شغف رکھتا ہو اور وسیع المطالعہ ہو۔مختلف اسالیب کی تفہیم پر قادر ہو اور اسلوب کے عناصر اور خوبیوں کا بخوبی علم رکھتا ہو۔مختلف اسالیب کے اختلافات اور خصائص پر گہری نظر رکھتا ہو۔ناقد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فن کار کی شخصیت،اس کے احساسات،وجدان اور کیفیات کے فہم کی صلاحیت رکھتا ہو۔یہ تمام باتیں کثرت مطالعہ اور تجربے سے حاصل ہوتی ہیں۔

عصر عباسی میں جب تنقید اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی ، ابن سلام الجمی نے ''طبقات فحول الشعراء'' میں پہلی مرتبہ ''ناقد'' کا لفظ استعمال کیا۔ ناقد کے لیے ضروری بنیادی صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے:

''ویعرفه الناقد عند المعاینة،فیعرف بهرجهاو ذائفها و ستوقهاومفر عها

''ناقد جب اس کا عینی مشاہدہ کرتا ہے تو اس کے کھرے کھوٹے اور، ردی اور بے مہر سکے سب سے ہی واقف ہو جاتا ہے اور پہچان لیتا ہے''۔

ناقد کا کام ادب اور قارئین کے درمیان ایک واسطے کا ہے مگر اس کا فرض منصبی اس سے کہیں بڑھ کر بہت بڑا اور عظیم ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ادبی آثار کے خصائص اور نوادر کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائے، وہ نکتے جو کم فہمی کی وجہ سے عام قاری کی نظر سے اوجھل رہ گئے ہوں ان کو سامنے لائے، اسی طرح کسی فن پارے کے بارے میں کم علمی کی بنا پر لوگ مبالغے سے کام لے رہے ہوں، یعنی اس کے نقائص اور معائب تک ان کی نظر نہ پہنچ پا رہی ہو تو ان کو آشکارا کر کے منظر عام پر لائے اور اس فن پارے کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین کرے۔

جدید عربی تنقید کے اصول اور خط و خال متعین کرنے میں ایک اہم نام میخائیل نعیمہ کا ہے۔ ان کی کتاب ''الغربال''، بعض پہلوؤں سے عربی تنقید میں خاص اہمیت رکھتی ہے میخائیل نعیمہ اپنی کتاب ''الغربال'' میں ناقد کو ''مبدع'' (موجد) مولد (خالق) اور مرشد (راہ بر) جیسے عظیم القاب کا حامل بتاتے ہیں۔

ناقد کو موجد اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وہ فن پارے کی کسی ایسی خوبی یا کمال سے پردہ اٹھاتا ہے جس کے بارے میں خود صاحب تخلیق نے بھی نہ سوچا ہو گا۔ شیکسپیئر کی موت کے بعد جتنی عزت و تکریم اس کے فن کی کی گئی اتنی ہی تعریف و تحسین ان ناقدین کی بھی ہوئی جنہوں نے اصلی شکسپیئر سے دنیا کو روشناس کرایا۔ اس کی تخلیقات کے ان محاسن کو دنیا پر واضح کیا جو خود شکسپیئر کے خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔

ناقد کو خالق اس معنی میں کہا جا سکتا ہے کہ تنقید کے عمل کے دوران وہ درحقیقت اپنی ذات کا ادراک کرتا ہے۔ وہ کسی فن پارے یا تخلیق کو عمدہ یا بہتر کہتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ فن پارہ اس کے حسن یا عمدگی کے پیمانے پر پورا

اترتا ہے۔ حسن اور قبح کے سلسلے میں ناقد کی آرا ذاتی ہوتی ہیں ۔ یہ آرا ایک مسلسل روحانی اور فکری جہاد اور زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کشمکش کے دوران وجود میں آتی ہیں ۔ ان آرا میں اگر اخلاص نیت ،قوت بیان اور جرأت کی دولت بھی مل جائے تو ایسی تنقید وجود میں آتی ہے جو قارئین کے دلوں کو مسخر کر لیتی ہے اور ان کے دلوں میں نئے جوش اور جذبے کی روح پھونک دیتی ہے۔

ناقد کو مرشد اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ بسا اوقات وہ کج رو مصنف یا ادیب کو صحیح راہ دکھاتا ہے ۔ بڑے بڑے ناول نگار ایک عرصے تک اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ ان کا تخلیقی میدان شاعری ہے، لیکن یا تو بہت کم شاعری کر پائے یا ان کی شاعری کا معیار پست رہا، پھر ایک دن کسی ناقد نے ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے کو ہٹا دیا۔ انہیں بتایا کہ ان کا میدان کا شعری بحریں نہیں بلکہ ان کا اصل میدان ناول نگاری ہے ۔ بہت سے شاعر ایسے بھی گزرے ہیں جو لوگوں کے تمسخر کا نشانہ بنتے رہے، یہاں تک کہ عاجز آ کر وہ اپنی شاعرانہ صلاحیت کا گلا ہی گھونٹنے لگے ۔ مذکورِ بالا سطور کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناقد کا کام نہایت اہم اور نازک ہے۔ اس کا مقام اور مرتبہ نہایت بلند اور محترم ہے۔

1.10 معلومات کی جانچ -(۱)

(۱) ادب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیجیے۔

(۲) لفظ ادب کا مادہ کیا ہے؟

(۳) کیا قرآن اور حدیث میں لفظ ''ادب'' کا استعمال ہوا ہے؟ مثال دیجیے۔

(۴) عصر اموی میں 'مؤدبین' کی اصطلاح کس معنی میں مستعمل تھی؟

(۵) چند ایسی کتابوں کے نام تحریر کیجیے جن کے نام کا جزء ''ادب'' ہو۔

1.11 نقداورابداع

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ تنقید کا اہل وہی شخص ہوسکتا ہے جو خود بھی ادیب ہو۔ مثلاً شاعری کی تنقید کے لیے ناقد کو خود بھی شاعر ہونا لازمی ہے۔ وہ ادب کی جس صنف پر تنقید کرے خود اس صنف کا تخلیق کار بھی ہو۔ یہ بات اس لیے بے بنیاد ہے کہ ہم نے کتنے ہی ناقدین ایسے دیکھے ہیں جنہوں نے زندگی بھر ایک بھی شعر نہیں کہا، انہوں نے بحور اور قوافی کی مشقتوں کو نہیں اٹھایا، لیکن اس کے باوجود شعر کی روحانی لذت اور اس کے اسرار فصاحت تک پہنچے اور ایسے ایسے نکات دنیا کے سامنے پیش کیے جن سے خود اصحاب فن بھی واقف نہیں تھے۔ جب وہ خیالات کی ان گہرائیوں تک پہنچ سکتے ہیں تو ان کے لیے اسی کیفیت سے گزرنا کیوں ممکن نہیں ہے، جن سے خود شاعر یا صاحب فن گزرا ہوگا۔

1.12 تنقیداوریونان

عربی تنقید کی روایت یونانی فکر سے بھی متاثر ہوئی۔ یہ افکار یونانی ادب کے تراجم کے ذریعے عربی تنقید میں داخل ہوئے۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر ارسطو کی بوطیقا (Poetics) اوور ریطوریقا (Rhetorics) ہیں۔ یونانی تنقید کا اثر جہاں بھی پھیلا وہاں فن پارے کی جانچ اور پرکھ فصاحت و بلاغت کے معیار پر ہونے لگی۔ قدماء یونان نے مختلف علوم وفنون کو ایسا خزانہ عطا کیا جن پر اہل یونان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ شاعری، ادب اور خاص طور پر ڈرامے کی تنقید سے متعلق ان کے نظریات ڈھائی ہزار سال گزرنے کے بعد بھی نہایت اہم سمجھے جاتے ہیں۔ خاص طور پر افلاطون

ھومیروس اور لان جائی نس کی نگارشات کا مطالعہ کیے بغیر ادبی تنقید کا مطالعہ تشنہ ہی رہتا ہے۔ارسطو افلاطون کے شاگرد تھے لیکن شاعری ڈرامے کے بارے میں ان کی رائے افلاطون سے مختلف تھی۔ارسطو کی اکثر تصانیف انقلاباتِ زمانہ کی نذر ہوگئیں۔''فن خطابت''(Rhetorics)اور بوطیقا(Poetics)ہی ہم تک پہنچ پائیں۔

ادبی تنقید میں بوطیقا (شعریات) کی اہمیت پہلی باقاعدہ تصنیف کی ہے۔اس کتاب میں ارسطو نے شاعری کو ایک مفید شے قرار دیا ہے۔شاعری کے بارے میں ارسطو کے نظریات کی وضاحت کرنے سے پہلے افلاطون کے تنقیدی تصورات کو بیان کرنا ضروری ہے۔شاعری کے بارے میں افلاطون کے نظریات یا اعتراضات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ افلاطون کے نزدیک ایک مثالی ریاست میں شاعر کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور ان کا ماننا تھا کہ شاعر جھوٹی تعریف کرتا ہے۔اس کی گنجائش صرف اس صورت میں نکل سکتی ہے کہ وہ معلم اخلاق بن جائے۔

اس کے برعکس ارسطو شاعر کو آفاقی سچائیوں کا نقیب اور پیغام بتاتے ہیں۔وہ مانتے تھے کہ شاعر عام حالات اور واقعات کو بھی آفاقیت عطا کر دیتا ہے اور اپنی انفرادی کیفیت میں اجتماعی رنگ بھر دیتا ہے۔

ارسطو نے شاعری کی چار اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ المیہ

۲۔ طربیہ

۳۔ غنائیہ

۴۔ رزمیہ

ارسطو نے شاعری کی تعریف کے ضمن میں ہر قسم کی شاعری کو نقل قرار دیا ہے۔اس کو عربی میں ''محاکاۃ'' کہتے ہیں۔آج بھی ناقدین اس بات کو مانتے ہیں کہ شاعری دراصل زندگی کی نقل ہی ہے۔ارسطو کے نزدیک دیگر فنون لطیفہ کی طرح شاعری بھی نقالی ہے۔شاعری کے لیے وہ مندرجہ ذیل لوازمات کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

۱۔ وہ اشیا اور حالات جن کی نقل کی جائے۔

۲۔ وہ ذرائع جن کے ذریعے نقل کی جائے، مثلاً تخیل، مظاہر انسانی، مظاہر فطرت۔

۳۔ وہ الفاظ جن کے ذریعے نقل کو سامنے لایا جائے۔

خلاصۂ کلام کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً دو ہزار سال پہلے ارسطو کے اٹھائے گیے سوال آج بھی زندہ ہیں یہ ادبی تنقید کے ایک لامتناہی سلسلے کا آغاز کرتے ہیں۔اسی لیے ادبی تنقید کے ارتقا میں ''بوطیقا'' کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اس کے بغیر ہم مغرب کی قدیم وجدید تنقید کی ادبی روایت کو نہیں سمجھ سکتے۔اس طرح ''بوطیقا'' تنقید کی پہلی کتاب اور'ارسطو' پہلے باضابطہ ناقد قرار پاتے ہیں۔

1.13 معلومات کی جانچ۔(۲)

---

(۱) تنقید کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(۲) ''ذوق'' سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

(۳) تنقید کی اہمیت پر مختصر نوٹ لکھیے۔

(۴) ادبی ناقد کون ہوتا ہے؟

(۵) تنقید اور تنقیص کے معنی میں کیا فرق ہے؟

(۶) کچھ ابتدائی تنقیدی کتابوں کے نام تحریر کیجیے؟

(۷) الأدب الصغیر اور الأدب الکبیر کے مؤلف کا نام کیا ہے؟

(۸) بئر کی جمع کیا ہے؟

(۹) ''أدبنی ابی فأحسن تأدیبی '' کا قائل کون ہے؟

(۱۰) ''علم الأنساب '' کا موضوع کیا ہے؟

1.14 فرہنگ

دأب	عادت-طریقہ
مأدبة	دسترخوان
لحون	لب ولہجہ/نغمہ(واحدلحن
مؤدب	ادب سکھانے والا
ذوق سليم	صاف ستھراذوق
انتقاد	نقدکرنا
ناقد	نقدکرنے والا
منقود	جس پرتنقیدکی جائے
الحصى	کنکریاں
الزيف	کھوٹا/جعلی/ بے حقیقت
الجوزة	اخروٹ
تخيل	قوت فکر(Imagination)
مرشد	راستہ دکھانے والا

1.15 نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔ تنقید کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تحریر کیجیے۔

۲۔ ناقد کی ذمے داریاں کیا کیا ہیں؟ اس کو کن صفات کا حامل ہونا چاہیے؟

۳۔ ادب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف تحریر کیجیے۔

۴۔ یونانی تنقید کے خصائص تحریر کیجیے۔

۵۔ چند اہم ناقدین اور ان کی کتابوں کے نام تحریر کیجیے۔

۶۔ ادبی تنقید کی اہمیت پر نوٹ لکھیے۔

1.16 مطالعے کے لیے معاون کتابیں:

1	فن الشعر	ارسطو
2	ارسطو سے ایلیٹ تک	ڈاکٹر جمیل جالبی
3	نقد الشعر	قدامة بن جعفر
4	تاریخ النقد الادبی عند العرب من القرن الثانی الی القرن الثامن	د.احسان عباس
5	اسس النقد الادبی خصائصه و مناهجه	سید قطب
6	تاریخ نقد ادب	ڈاکٹر عبد الحسین زریں کو ب ترجمہ: محمد فضل الرحمن سیو انی
7	فی النقد الادبی القدیم عند العرب	مصطفی عبد الرحمن ابراهیم
8	علاقة النقد بالابداع الادبی	ماجدة حمود
9	الغربال	میخائیل نعیمه
10	Literary Theory :An introduction	Terry Eagleton
11	Mimesis: The representation of reality : in western literature	Erich Aurebach